

پسی رواداری کیلئے مذہبی امتیازات سے سمجھوتہ ضروری نہیں

ماہر قانون فیضانِ مصطفیٰ کی مسلمانوں سے آپسی رواداری کے نام پر نیشن چرچ کے پروگرام کی خود ہی ایجاد و دینے کی امیل ہے۔ اسی طرح چند سال قبل قومی طلحت کی ملی جمعیت کی طرف سے منعقدہ اس طرح کے ایک پروگرام میں جب ایک ہندو مذہبی رہنمائے نے حکم کے صدر کو اس زمانہ میں ٹکری کا اوتار قرار دیا تو اس ادارہ کے دوسرا پروگراموں کے انتہا میں اس ہندو مذہبی رہنمائے کے قول کو فخری لکھا گیا اور اسلامی تعلیمات پر آئنے والے ترقیاتی ملکوں نے اسی طرح پر آپسی رواداری اور سدھا اتنا اور اس کی ناطر و سعی پیدا نے پر بیداری مہم کے خلاف قبیل بلکہ دین و وقت کی بڑی ضرورت ہے لیکن اس میں بے بنیاد اور غیر حقیقی باقتوں اور بھجی بھجی شرکیہ مدتکی بھی اٹکوں پر پھنسا دری بھگتا ہوں، تاکہ تمام مذاہب ملکی دستور کے مطابق اپنے اپنے مذہب پر ملک آزادی سے عمل کر سکیں اور آپسی رواداری، بیمار و محدث اور امن و سکون سے ملک کی ترقی و خوشحالی میں اپنا کردا را کریں۔ اسی طرح اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ اس طرح کے پروگراموں میں مختلف مذاہب سے ایسے نمائندوں کا انتساب کیا جائے جو اپنے مذہبی حقوق میں بھی قابلِ اعتماد ہوں اور ہر طرح کے تھبب اور پیغمابری کا بھی دورست ہے جو اور ان کی میثاثیت ان کی قوم میں میں نیشن چرچ کے پروگرام کے تھکوں کے لئے مرکم اداروں اور اس کے ذمہ داروں کا اسلام کے مفہیمی اور عقیدی توحیدی مخالفت پر غاصبوشی کا بہت متفقی اڑ پڑتا ہے۔ گذشتہ دنوں کرنا نیک عید کا افسونا کا شوچنگ میں عارف محمد حنان، مختار عباس قوئی، طارق قیخ، ویم رشوی، سلمان رشدی یا نیمیہ نرسین کی ہے۔

پسی رواداری کیلئے مذہبی امتیازات سے محبوۃ ضروری نہیں

میں لمحتوں میں منعقدہ پروگرام آج بھی مجھے یاد ہے جس میں ماڈھورا اور سندھیا، غلام بنی آزاد، رامیش پاکت، سلمان خورشید، ریاستی گورنر وزیر اعلیٰ، دیگر ریاستی وزرا اور مختلف سیاسی پارٹیوں کے قائدین اور بہت سے سماجی، اعلیٰ، رہنماء اور صحافی بھی شریک ہوئے تھے اور رامیش پاکت نے اپنے تمام اعلیٰ مناصب کے باوجود اپنی خلیم کے ساتھ ملک ہونے کو اپنے لئے سب سے زیادہ پاٹھ فخر قرار دیا تھا موجودہ صورت حال میں پیام انسانیت کی سرگرمیوں کی تفصیلات سے میں ناواقف ہوں لیکن بلڈ ڈائیش کیچپ، بخت، مقوعوں پر پولیس افران، ڈاکتروں اور صحافیوں کو اعوارز دینے کی خبریں اخبارات میں دیکھنے کو شور ملتی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ کردار اور کاوشوں کی احیائی اس وقت پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔

چند سالوں قبل لمحتوں میں منعقدہ، اس طرح کے ایک سے اندھہ پروگرام میں شرکت کا موقع ملا جس میں مندرجہ اور اموں میں شرکت درمیان امتیاز کو غلظت قرار دیا گیا تھا تو حیدر بیان و ملکیت اعلیٰ، سماجی اور سیاسی تقدیمیں متعدد پروگراموں میں جمع ہو کر اس سلسلہ میں پورے ملک میں منتظم کو شیش کرتے تھے غلام بنی آزاد، رہنماء اور پیار و محبت کی خاطر سلمانوں کے لئے مندرجہ

وہ اپنے اسی موقف کے لئے شہرت رکھتے ہیں جس کی وجہ سے مذہب پرست افراد ان کو قابل توجہ نہیں سمجھتے۔ اس طرح کے پروگراموں میں عام طور پر مندرجہ مسجد، گرجا گھر اور گردواروں میں الگ الگ جگہ کی گئی عبادات کا مقصود اور منزل ایک قرار دیا جاتا ہے، رام اور رحیم کو بھی ایک ساتھ اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ کویادوں ہم ربہ یعنی نہیں بلکہ ایک ربی ذات کے دونام میں اس طرح کی پاؤں سے سد بجاوانا ہے۔ پروگرام میں اجتیہ ڈو بھال جی نے ملک کے پلیزیوں اور آزادی میں مشترک طور پر تمام اب اور ملقات کی حصہ داری کا تذکرہ بھی سیاہ بھی اور ساتھ میں اس طرح کے سد بجاوانا مسمو بانی اور پلکے سطح پر بھی کرنے پر زور دیا

ویگز مذاہب کی طرف سے اس کے پروگرام کی مجھے بالکل جانکاری نہیں مسلمانوں کے تعداد والہ کے حقیقی اور ناقابل تدوید نظریے کے فرق کو بقول کرتے ہوئے سد بجاوانا کے لئے مثبت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ پچھلی صدی کی آخری دہائی میں جب پاری مسجد کی وجہ سے حالات بہت کشیدہ ہو گئے تھے تو مولانا علی میاں کی قیادت میں ملکی سطح پر پیام انسانیت کے پیڑ سے اس سلسلہ میں کافی مثبت اور موثر کو شیش کیتھے کوئی تھیں جسیں شکر آپا جایہ، دوسرا مذہب کے اعلیٰ رہنماء اور ملکیت اعلیٰ، سماجی اور سیاسی تقدیمیں متعدد پروگراموں میں جمع ہو کر اس سلسلہ میں پورے ملک میں منتظم کو شیش کرتے تھے غلام بنی آزاد، رہنماء اور پیار و محبت کی خاطر سلمانوں کے لئے مندرجہ

وطن عزیز ہندوستان کی عناسرت کی بھی میں مختلف مذاہب، طبقات، زبانیں، عراق، رنگِ اُسی اور تینی بھی وثائق شامل ہیں۔ ان مختلف اور گوناں گوں خوبیوں اور اختلاف کے باوجود آہن میں سدیوں سے پیدا و مجوت اور اقت و انبیت کے ساتھ رہنا یہاں کا امتیاز بھی ہے اور ستارائی حقیقت بھی لیکن ان کے درمیان مختلف امور، زبان، اکن اور طور و طرزیوں میں باقی فرق اور اختلاف و تمنع سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا جس میں غیر ضروری شدت اور بھی بھی تھب کی وجہ سے مختلف موقعوں پر بعض مسائل بھی پہپا ہوتے رہے، لیکن اس ملک اور یہاں کے باشندوں نے بھی اسے داعی نہیں کھٹھ دیا۔ اور اس کی بہتری و اصلاح کے لئے حکومت مذہبی، طبقاتی، ساتھی، علاقائی اور افرادی طور پر قابل قرار کاویں ہوتی رہیں اور اس کے غاطر خواہ تباخ اس طور پر سامنے آئے کہ صورت حال بے قابو اور آپسی بھائی چارہ و سد بھاؤنا پوری طرح متاثر نہیں ہو سکا۔

پچھلے چند سالوں سے مذہبی بنیادوں پر نفرت میں اضافہ ہوا اس کی بنیاد پر سیاست نے زور پکڑا، جوکتوں کا قیام یا ان کا زوال اس بنیاد پر ہوئے لیکن ان کی تعداد بھی حتیٰ قی جب کہ مسلمانوں کے پیش طبقوں کے متعدد نمائندوں نے اس میں شرکت اور گلگوکی، اکثر لوگوں کی گلگو پروگرام میں شریک اہم ترین



ڈکٹر تھیر عظیم ندوی

صاحب کشاد، قلب، نیک دل اور دوست انسان تھے۔ خاکساری اور انکساری انکا وصف تھا۔ ہم عصر وں اور بڑوں سے وقار سے ملتے تو چھوٹوں سے بھی انکساری سے پیش آتے۔ قدر انہوں مزاج رکھتے تھے۔ حکما بسے بڑے ثبوت یہ ہے کہ باوجود ہمی دنیا سے والتر ہونے، نصت صدی سے زیادہ ہندوستان اور ساری دنیا میں مٹا عروں کے بے تاب باڈشاہ کھے جانے اور عوامی طور پر آبروئے غربل کے خطاب سے سرفراز ہونے کے باوجود عمر کرائے کے ایک چھوٹے سے مکان میں لگا رہی۔ عمری پیشہ حصہ رندی اور سرمی میں لگا رہنے کے بعد آخر میں تباہ ہوئے۔ عمر کے کا شرف بھی مالی کمالی تغزل سے شروع ہوا۔ افرقدس پر تمام ہوا۔

لگدا تباہ دل کو لانے کے دن گئے
جس نیاز و ناز منانے کے دن گئے
خوف خانے پاؤں میں زنجیر ڈال دی
کوئے پیال میں ٹھوکریں لکھانے کے دن گئے
عوامی طور پر آبروئے غربل اور شہنشاہ غربل
کہلائے جانے کے باوجود انہوں نے اردو شاعری کی
دیگر اصناف سلام، نعت، ربایی وغیرہ پر بھی طبع اکماں کی
ہے۔ ان کے ملا میں بھی روائی اور ملات ہے۔

کلام کی سادگی۔ ان کے پڑھنے کا انداز اور ان کا ستر تماز اپنے اندرون کو ٹھیک کرنے کا سامان رکھتا ہے۔ ان سب پر ان کا حسن اخلاق، چھوٹوں پر ان کی اور بڑوں کا احترام بسے زیادہ کشش کا سبب بتاتا ہے۔ اور ملک زادہ صاحب کے الفاظ میں خمار صاحب کی کم مطالعہ سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ ان عربی اچھی ہے اور وہ نصت صدی سے زیادہ عرصے مٹا عروں کے مقبول ترین مٹا عروں میں شامل ہیں۔ لیکن نقادوں کو ان کی شاعری میں بڑی یا عظیم کلمے کے لا ازمات نہیں ملتے۔

علی سردار جعفری کے الفاظ میں غربل جس شعر ہوا کے نزد اور طبیعت مجموعہ کی طرح آئے اور بائے۔ یہ ہے خمار کی شاعری اس میں غربل کی کمی سوچنے والا ہے۔ روایات کی تہذیب اور شاخچی ہے اور سکل بیانی جادو ہے جو فریب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یقین نے کو دل چاہنے والا ہے کہ ایسا شعروہ ہم بھی کر سکتے ہیں اس رنگ میں کہنا۔ بہت مخل ہے یہ شاعری اپنی طبیعت کی شفافیتی اور شخیست کی دنووازی سے ہے، اس کی نقل کرنا ہمچوڑھانے میسا ہے۔

کھور میندہ سکھ بیدی سحر خمار صاحب کے

جب کجی حق کی بات پلی
چہرے گھیا ذکر کر ان علیٰ
اس غرض ک اور جیادہ
پھولوں سے بڑ کر گھنی گلی
مشکلوں سے گھرا د خمار
یاد نہیں سکیا نادی
آخر میں بینز سبیے مودوی مریض میں بنت
ہوئے۔ ایک سال کی طویل علاالت کا درد و کافی تکلیف د
رہا۔ ٹھنڈو میں بکال کا لج میں داخل ہونے کے بعد 19
قروری 1999 کو اس دارفانی سے رخصت ہوئے۔ ویسے
تو خارصاًب کی غربوں کی مقومیت ان کی حیات میں دل
تفکیہ عدوں تک پہنچ گئی تھی۔ جو کچھ تھا قائم ہے، ان
کے بے شمار اشعار لوگوں کو یاد میں اور آج اختریت کے
دور میں ایک اشعار جوانی کی محبت کے پیغامات کی
اہم حصے میں۔ ایک جموعے صدیث دیگر ان رقص سے
آتش تر موجود ہیں، ان کے علاوہ ایک فز نہ زرسور بارہ، بکوئی
مرحوم کے صاحب زادے فیض خمار جو کر خارصاًب کے
انداز اور تمہیں کلام مناتے میں اور خارصاًب کی یادداش کر
دیتے ہیں۔ شمار بارہ، بکوئی صاحب کو ان کی غربوں کے
حوالے سے عنصر د را تک یاد رکھا جائے گا۔

مار بارہ بنکوی - شاعری اور شخصیت

وقت گز بیانی غزل کے مخالفین ایک ایک کرائش کو پیارے ہو گئے اور غزل پر اوقات آجیا لیکن ساقی یہ ساختہ تھی پسند حمایت کا ذریعہ بھی گستاخی اور غزل کے مخالفین خود غزل کہنے لگے۔

کوئی اپنے خدا ان کو مرے شعر نہ کر دے جو مخالفین مخلص نہیں معرفت غزل کے خمار بارہ، بخوبی کی غریبیں موہیت اور آہنگ سے بھر پوریں۔ زیادہ تر غریبیں مترنم بخود میں کبی گئیں ہیں۔ ان کی الگ تداری خود تی مقبولیت کی یہ بھی ایک وجد تھی۔ وہ مشاعروں پر چھا جاتے تھے ان کے پڑھنے کے اشعار عموم اور خواص کو زبان زد ہو جاتے تھے۔ اور گلیوں پیازوں میں سنائی دینے لگتے تھے۔ ان کی شاعری سہل منش کی مثال ہے۔ زبان کی انفاس اور سادہ بیانی کی بھی۔ ان کی شاعری میں نہ تو انقلاب کی گھسن گرج ہے اور نہ ہی محبوب سے آنچل کو پر جم بنالینے کا مطالبہ ہے۔

کہیں شعروفرین کے گھنیں آنسوؤں میں ڈھل کے وہ مجھے ملے تو لیکن ملے صورتیں بدلتے ہیں فنا کی سخت راہیں یہ تمہارے پائے ناہ کہ نہ لو انتظام مجھے مرے ساتھ ساتھ پل کے یہ چاغ اُنھن توہین لس ایک شب کے مہماں تو جلا وہ شمع اے دل جو بیجھی دہل کے مال دل ان سے کہ علیک سو بار اب بھی کبنتی ہات پانی ہے مجہت میں بھی ملے کچھ باناہس ایسا ہے کہ بیسے نرخ کی جاں کا ہیوں کو جاؤ داں کر لیں خماران کے گھر جاہے ہو تو جاؤ مگر راستے میں زمانہ پڑے کہا اپنی غزل کی شاعری کے متعلق خود ان کی رائے ہے ”جب تک انسان فٹا اور رونا جاتا ہے اس وقت تک کالا ملکی غزل بھی زندہ رہے گی۔ میں نے اس کے حن و جمال میں کوئی اندازہ نہیں کیا مگر اس پر آشوب دور میں اس کے نہ فناں کی آپ و تاب کم نہیں ہونے دی۔“ غزل کے شاعر ہونے کے ساختہ ساقی دو ایک دردمنہ دل بھی رکھتے تھے اسکا ثبوت ان کے تقدیم لکھنے کے 1817ء میں ایک بھی شاعر کیا۔

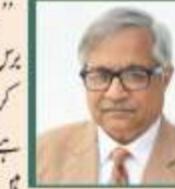
آتے رہتے تھے۔ ان آنے والوں میں جگر مراد آبادی بھی شامل تھے، وہ جگر صاحب سے بہت متاثر ہوئے۔ 1945 میں قرار بارہ بکوئی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ 1946 میں خمار صاحب کا پہلا شعری مجموعہ نہدست دیگران کے نام سے شائع ہوا جس کے دیباچے میں وہ اپنی شاعری کے متعلق رقم طراز ہیں۔

"یوں تو تقریباً پندرہ سو لیس کی عمر سے شعر موزوں کرنے لگا تھا، لیکن شعر کیا ہے؟ شعر کے مطابقات کیا ہیں؟ ان تمام پاقوں کا علم اس وقت ہوا جب زندگی کی فتوحات کلکھیں سے واسطہ پڑا۔ بحد اصناف سخن کا تجزیہ کرنے پر میں نے اپنے بدبات اور محوسات کے افکار کے لئے صفت غزل کو سب سے زیادہ موزوں اور مناسب پایا۔ پتنچھ تین ٹکوں کے علاوہ جو کچھ بھی لکھا غربوں کی شکل میں لگا۔ ابتدائیں کچھ دوں تک اپنا کلام عمم مرحوم اقبال بکوئی کو دکھایا لیکن بعد میں اپنے ذوق سلیمانی کا پانچ بنا یا۔"

خمار صاحب نے کم عمری میں ہی مشاعروں میں پڑھنا شروع کر دیا تھا پہلے مشاعرے میں پڑھ جانے والا مطلع تھا۔

واقف نہیں اپنی نگاہوں کے اڑ سے اس راز کو پوچھوئی برباد نظر سے اس طرح 1940 میں جب کھاری گئی تقریباً 21 برس تھی اور ان کی شاعری میں کافی مدتکی پہلی آپکی نگی۔ اور مشاعروں میں کافی مقبولیت بھی مال ہوتی جا رہی تھی۔ اس دور تھا جب حرمت مورثی، فانی پدائی تھی، ماقب لکھنوي، عویض بکوئی، بیہاب اکبر آبادی اور جگر مراد آبادی جیسے کلائیک غزل کے بڑے شعرا موجود تھے۔ بعد میں شکلیں بدائی تھیں۔ شعری بھوپالی، انور مرزا پوری اور فقائقی کا پیوری بھی ان میں شامل ہو گئے۔ اسی حکمت میں اپنے ایک مجید، ساختا تھے۔ دراصل صاحب کا اپنی بگہ بنانے پاانا ایک مجید، ساختا تھے۔ اسی میں شاعروں میں پچھی دبائی سے ہی ترم اور آہنگ پر زور دیا جانا شروع ہو گیا تھا۔ جگر صاحب بھی اپنے واپسی کا کلام اور والہانہ طرز ترمی کی وجہ سے مشاعروں پر چھائے ہوئے تھے۔ اسی دوران ترقی پرند تحریک نے زور پکوارا۔ اور بہت اچھی غزل کہنے والے شعرا بیسے مخدوم بھی الدین، فیض احمد فیض اور مجاہد بھی اس میں شامل ہو گئے۔ اور غزل کو بے وقت کی رانگی تک کہا جانے لگا۔ اس دور کے مشتعلہ اپنے ایک کار صاحب قدم اور استاد اونگ میں

انتہی مجالِ عثمانی



آل بارہ بھی کے لئے خمار صاحب کے قریب بیٹھنے اور انکا کلام ان نے کی سعادت خوش نہیں کی بات رہی ہے اور راقم المعرفت بھی ان میں شامل ہے۔ زیادہ خوش نصیب اور متقرب و لوگ سمجھے جانے پا ہے جنہوں نے خمار صاحب کی زبان سے اردو کے ایسے الفاظ بھی سنے ہیں جن کے معنی جا سوئی ادب کے مشہور مصنفوں میں اُن سخنی کا قول ہے کہ وہ اگر تحریر پر رکھ دے جائیں تو تحریر جسے ریجہ ہو جائے۔ ہم آل بارہ بھی کو اس بات پر بچا طور پر فخر ہے کہ ساری دنیا میں جہاں جہاں اردو سے محبت کرنے والے لوگ میں وہاں وہاں بارہ بھی کا نام خمار صاحب کی معروف پہنچا ہے۔ خمار بارہ بکوئی کا اصل نام محمد حیدر رغال تھا۔ ان کی پیدائش 15 ستمبر 1919 کو سو پہاودہ کے بارہ بھی شہر میں ہوئی۔ اس دور کے مطابق اردو اور فارسی کی تعلیم تحریر ہی ہوئی۔ انتہی میدیہ یہ کہ درجے میں پہنچنے تھے کہ قول ان کے ایک طبقت حادثے سے دو پار ہو گئے۔ جیسیں سے تعلیم بال مل مقطوع ہو گی اور شعر گوئی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اگرچہ ان کے ہم عصر وہ نے احتاماً اس طبقت حادثے کی تفصیلات کے ذکر سے گرج ہیما ہے لیکن غالب امکان ہے کہ یہ حداد عشق کا رہا ہوا۔ خمار صاحب پر اس حادثے کا اثر اس دور میں بام عروج پر پائل ری تحریک آزادی، ترقی پرند تحریک اور دیگر ادبی تحریریوں سے کہیں بڑھ کر ہا۔

اب بکھر جان کے خاندان کے ادبی پس منظر کے پاسے میں جس میں الہ کی شخصیت پر وہاں چڑھی تھی۔ ڈاکٹر لکھنؤی صاحب محفوظ کے مشہور و معروف خاندان اجتہاد کے ایک منفرد اور مستاز مرثیہ گو شاعر تھے۔ اردو کے علاوہ انہیں عربی اور فارسی زبان پر بھی قدرت تھی۔ اگر پہ دیگر اصناف سخن کو توجیح دہ دیکھوں گے انہوں نے مرثیہ گوئی کو موضوع سخن بنا یا تھا لیکن ان کا اردو شعراء کے اسaint و میں اہم مقام تھا۔ ان کے شاگردوں میں ملی حیدر قرار بارہ بکوئی بھی شامل تھے۔ قرار بارہ بکوئی کے برادر خورد اور شاگرد خلام حیدر بہار بارہ بکوئی تھے۔ انہیں بہار بارہ بکوئی کے فرزند حیدر خلام بارہ بکوئی اور کامیں حیدر نگار بارہ بکوئی تھے۔ عاصم حسین کی خلائی تحریت پر بھری توبہ اور خمار صاحب کے شاعری کی طرف فطری رحمان نے اپنا اثر دکھایا اور خمار صاحب فن شاعری کی باری بیجوں سے جلدی واقت ہو گئے۔ قرار صاحب قدم اور استاد اونگ میں

ضرورت ہے دنیا میں بہت سے بڑے بڑے ادارے پل رہے ہیں مگر کوئی موجود ہے جو کچھ سکیں، اور اپنی زندگی لگانے کے لیے مدد اور مدد کے کوئی نتیجہ نہ پہنچائے۔ میں کہتے ہوں مگر یہ مدارس میں کوئی تعلیمی و تصوری میں کوئی تغیرت نہیں کرتا ہے، مگر یہ مدارس ان بزرگیوں کے پڑائیں ہیں جو اپنی دنیا میں سب کی نظر ان بڑی پرے ہے، یعنی اس پر غور کرنا چاہیے، خدا نخواست اگر ہم ان سے عزوم ہو گئے تو ایک بڑی نعمت سے عزوم ہو جائیں گے۔ ہملا اقصان تو ذاتی ہو گا، مگر امت مسلم کا بڑا اقصان ہو گا۔ ہاں حکومت کی جانب سے سروے کروائے جاتے ہیں، یہ حکومت کی پالیسی کا ایک حصہ ہے، اس سے حکومت کو پالیسی بنانے میں مدد ملتی ہے اس سے پہلیان ہونے کی ضرورت نہیں، البتہ حکومت کے سروے سے یہ سمجھنا کہ حکومت مدارس کے اساتذہ و ملازمین کی خواہ بڑھانے کا حکم جاری کر دے گی یہ خوش خوبی ہے، جس سے باہر آنے کی ضرورت ہے۔ مدارس نظامیہ خوبی پہنچ سے پہنچتے ہیں، ملت میں بہت سے حضرات صاحب انصاب ہیں، وہ زکوٰۃ کی رقم نکلتے ہیں، اور مدارس کو دیتے ہیں، ان ہی کے صدقات، زکوٰۃ اور عطیات کی قسم سے یہ مدارس پہنچتے ہیں، اور یہ مدارس ملت کی بڑی ضرورت پوری کرتے ہیں، اس لئے اہل فخر حضرات کو چاہئے کہ مدارس پر تو پہلے اور ان کی اتنی مدد کروں کہ یہ خوبیں ہو کر اپنے اہمیت و معاشر میں اور دنیوں ضروریات کی بھی متحمل کر سکیں، انتقالیات کی خلافات فرمائے۔

کی دینی ضرورت پوری نہیں کر سے ہیں؟ کیا وہ ملک کے مسائل سے بچپنی
نہیں رکھتے ہیں؟ کیا وہ دنیا کی خیر نہیں رکھتے ہیں؟ عرش جس مضمون میں وہ
جاتا ہے مردی کی بات تھے ہیں؟ وہ اس میں ماننی میں بھی کامیاب تھے اور آج بھی
مہابت مسائل کرتے ہیں۔ وہ اس میں کامیاب تھے اور آج بھی
میں اسکوں کافی کامائے انتہا
کامیاب تھے اور سرے مسلمانین میں کامیاب تھے اس کا طلب یہ نہیں تھا مدارس
درخواست ہے کہ مدارس نظام
کیا مدارس کا نصاب اور نظام تعلیم اطمینان بخش نہیں؟

مدرس کاظمیان تعلیم اور نصاب تعلیم مانگی میں بھی المیان پکش تھا اور آج بھی قابل المیان ہے یہ مردمانہ ہے اور میر ارجمند بھی بھی ہے۔ اہل بات یہ ہے کہ مدرس کو اپنے زاویہ فتوی سے دیکھتے ہیں اس لئے اس میں کمی ہی کمی ظرفی ہے مذکورہ باقاعدوں کو سمجھنے کے لئے مدرس کے قیامی وجہ غور کرنا چاہئے مدرس کے قیام کا مقصود وغیرہ یہ سے یہ رہا ہے کہ اس میں بنیادی طور پر اس تعلیم کا انتظام کیا جائے گا جس سے دین و شریعت کی حفاظت ہو سکے اور اس سے فائغ ہونے والے اہل مسلم کی دینی حقوق کی حکمیت کر سکیں مدرس مولانا عالم فاضل مفتی فاضل امام خطیب اور مابرین دین و شریعت بن کر لیں جو ملت و امت کی دینی ضرورت پوری کر سکیں پڑونک مسلم امت اور ملت کو اس کی ضرورت بے کار میں ایسے اخراج ہوں جو دین و شریعت میں ان کی رہنمائی کر سکیں ایسا نہیں کہ صرف مسلم سماج کو اس کی ضرورت بے بلکہ کے لئے والے تمام مذہبی طبقات کو اس کی ضرورت ہے یہی وجہ ہے کہ رادران وطن میں بھی اوسط صلاحیت کے لئے 25 فیصد ادنی وائیس ایپ گروپ میں بڑی تعداد میں فوجی تعلیم مانگیں کہ کے قابل نہیں ہے؟